عائلی مسائل سے متعلق مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ اور مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کے قرارات کا مطالعہ

A Study of the Resolutions of the Islamic Research Council Cairo and the Islamic Jurisprudence Council Jeddah on Family Issues

Muhammad Haroon*
Dr. Muhammad Shahbaz Manj**

ABSTRACT

Islamic Research Council Cairo and the Islamic Jurisprudence Council Jeddah are two prominent hubs for collective Ijtihād on contemporary issues of Muslim world. This research article analyzes the decisions of the Islamic Research Council Cairo and the Islamic Jurisprudence Council Jeddah on family issues. From the study of the resolutions of both the councils the points that come to light regarding various issues are the Marriage of mental disability person, number of wives, process of the divorce, Inheritance or gift or will for none-Muslim wife, legislation on the family planning and breast milk bank in special connection with Pakistani society.

Key words: *Ijtihād, Islamic Jurisprudence Council Jeddah, Islamic Research Council Cairo, Islamic World, Family Issues*

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی و عربی علوم، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا
** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی و عربی علوم، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

عالم اسلام مختلف مسائل سے دوچار ہے ، اہل علم نے فقہی ، معاشی ، سماجی ، عائلی ، سیاسی ، انفرادی اور اجتماعی مسائل کو شریعت اسلامیہ کے مطابق حل کرنے کے لیے اسلامی ممالک میں مختلف ادارے قائم کیے۔ جہاں وقتاً فوقتاً علماء اور فقہا کو جمع کر کے مختلف فقہی مسائل زیر بحث لائے جاتے ہیں اور ان کا شرعی حل قرآن و سنت کی روشنی میں تلاش کیا جاتا ہے۔ ان اداروں میں سے دو اہم ادارے مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ اور مجمع الفقہ الاسلامی جدہ ہیں۔ ذیل میں ان دو اداروں کی عائلی مسائل سے متعلقہ قرارات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے اور عائلی مسائل کا انتخاب صرف اس لیے کیا گیا ہے، تاکہ امت مسلمہ درپیش عائلی مسائل کے شرعی حل کے لیے عالمی فقہی اداروں کی آراء سے مستفید ہو سکے۔

مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ

مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ کی عائلی مسائل پر مشتمل قرارات درج ذیل ہیں:

قرار 1: تعدد زوجات

مجمع البحوث الاسلامیہ نے اپنے ساتویں اجلاس میں چند فقہی سوالوں پر بحث مباحثہ کیا، ان چند سوالات میں ایک سوال تھا۔" ایک سے زیادہ شادی کرنے پر پابندی لگانا کیسا ہے اور اگر کوئی ایک سے زیادہ شادیاں کرے اس کو مجرم قرار دینا اور اس کو قید کرنا کیسا ہے ؟" اس کے جواب میں مجمع البحوث الاسلامیہ نے یہ قرارداد پیش کی:

"إباحة التعدد بشروطة الشرعية حكم شرعی قطعی الثبوت والدلالة ولا محل للإجتهاد فيه" [۱]

"ایک سے زیادہ بیویوں کا حلال ہونا شرعی شرائط کے ساتھ ایسا حکم شرعی ہے جس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی دلالت بھی قطعی ہے اور اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے"۔

مجمع البحوث الاسلامیہ کے دوسرے اجلاس منعقدہ مورخہ محرم ۱۳۸۵ھ بمطابق مئی ۱۹۶۵ء میں ایک یہ قرار بھی طے ہوئی کہ:

"متعدد بیویاں رکھنا شرعاً مباح ہے قرآن کریم کی صریح نصوص سے ثابت ہے لیکن اس کی کچھ قیود بھی ہیں اور اس حق کا استعمال خاوند کے سپرد ہے اس میں قاضی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے"۔ [۲]

قرار نمبر ۲: ذہنی معذور کی شادی

مجمع البحوث الاسلامیہ کے نویں اجلاس میں جو ۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۷ مارچ ۲۰۰۸ء کو ہوا ، اس میں بحث و مباحثہ اس بات پر ہوا کہ جو مرد ذہنی طور معذور ہو اس کی شادی کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ تو متفقہ طور پر

---

۱ مجمع البحوث الاسلامية قراراته وتوياته في ماضيه وحاضره ج۳ قرار نمبر:۳۶۰۲۳۸۔

۲ قرارات وتويات مؤتمرات مجمع البحوث الإسلامية، قرارداد نمبر ۳۲۔

یہ قرارداد پاس ہوئی کہ[1]

"شادی کرنا ذہنی معذور کا حق ہے بشرطیکہ نکاح کی دوسری شرائط متحقق ہوں کیونکہ اگر شریعت اسلامیہ مجنون مرد کے شادی کرنے اور مجنوں عورت کی شادی کرانے کو مباح قرار دیتی ہے تو جو آدمی ذہنی معذور ہے اس کی شادی بطریق اولی جائز ہونی چاہیئے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے"[2]۔

تمام فقہی مذاہب کی فقہی کتابوں میں مستقل فصول منعقد کی گئی ہیں جن میں مجنون کی شادی اور اس پر ولایت اجبار کی بحث کی گئی ہے جیسا کہ ولایت صغیر کی بحث ہے۔ ولایت اجبار میں اختلاف ہے بعض یہ ولایت بپ اور دادا کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

بعض فقہاء اس کو دوسرے اولیا کو بھی یہ حق دیتے ہیں حتی کہ قاضی کو بھی حق دیا گیا ہے کیونکہ اس ولایت میں ایک ایسے انسان کی مصلحت اور خیر خواہی ہے جس میں خواہشات، جذبات موجود ہیں مگر وہ رہائش نان نفقہ کے اخراجات اور دیکھ بھال کو محتاج ہے اس کی حالت بھی دوسرے انسانوں کی طرح ہے بلکہ بعض چیزوں میں دوسروں سے زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب کشاف القناع میں ہے:

"الْمَجنونَة فلسائر الْأَوْلِياء تزْوِيجهاإِذَا ظَهر منْها الْميل إِلَى الرِّجَال لأَنَّ لَهَا حَاجَةً إِلَى النّكَاحِ لدفْعِ ضررِ الشَّهْوة عنْها وصِيانتها عن الْفُجُور وتحْصِيل الْمهْرِ والنَّفقَة والْعفَاف وصيانة الْعرض ولَا سبيلَ إِلَى إِذْنهَا فَأُبِيح تزويجها كَالْبنت مع أَبِيها ويعرف ميلُها إِلَى الرجال من كَلَامها وتتبُّعهَا الرِّجالَ وميلها إِلَيهِم ونَحوه من قرائن الْأَحوال وكَذَا إِنْ قَالَ أَهلُ الطِّبِّ أَنَّ علّتها تزول بتزويجها فلكلِ ولِيٍّ تزويجها لأَنَّ ذَلكَ من أَعظَم مصالحها كَالْمداواة ولو لَم يكُن لَهَا أَي الْمجنونة ذَات الشَّهْوة ونَحوهَا ولِيٌّ إِلَّا الْحَاكم زوَّجها لما سبق"[3]

"مجنونہ کے تمام اولیاء کو حق حاصل ہے کہ وہ اس کا نکاح کرواسکتے ہیں جب مردوں کی طرف میلان اس مجنونہ سے ظاہر ہو رہا ہو کیونکہ اس کو بھی نکاح کی ضرورت ہے تاکہ اپنے آپ سے شہوت کے ضرر کو دور کر سکے اور فسق وفجور سے بچ جائے اور مہر نان نفقہ پاکدامنی عزت کی حفاظت کے حصول کیلئے اور اس کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے اس کا نکاح کرنا مباح ہے جیسے بیٹی اپنے باپ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور مردوں کی طرف اس کا میلان اس کی گفتگو، مردوں کے تانکنے جھانکنے، ان کی طرف مائل ہونے وغیرہ حالات کے قرینوں سے معلوم ہوگا اسی طرح اگر ڈاکٹر کہہ دیتے ہیں کہ اس

---

[1] امجمع البحوث الإسلامية قراراته وتوصياته في ماضيه وحاضره ج۳قرار نمبر:۲۳۸۔

[2] ایضا۔

[3] بہوتی، منور بن یونس، م۱۰۵۱ھ، کشاف القناع عن متن الإقناع ، دار الکتب العلمیہ بیرت ج۵ص۴۵۔

کی بیماری نکاح کرنے سے ہی زائل ہو گی اس لیے ہر ولی کیلئے اس کا نکاح کروانا جائز ہے کیونکہ اس میں اس مجنونہ کی بہت بڑی مصلحت ہے جیسے علاج معالجہ اور اگر اس شہوت میں مبتلا مجنونہ کا کوئی ولی نہیں سوائے حاکم اور قاضی کے تو قاضی اس کا نکاح کرائے گا۔"

مجنوں اور ذہنی معذور میں فرق تو ہے لیکن ان دونوں کے درمیان ایک قدر مشترک بھی ہے جو نکاح کے معاملہ میں موثر ہے اور وہ ہے ایک ایسے انسان کی زندگی جو وطی کرنے یا کرانے کے قابل ہے اس کی فطرت بھی اجتماعی زندگی پر مبنی ہے اور وہ دیکھ بھال اور نان نفقہ کا ضرورتمند ہے۔[1]

اسی بنا پر جو ذہنی معذور ہو اس کو شادی سے نہ روکا جائے کیونکہ شادی کرنا ایک علیحدہ معاملہ ہے جبکہ شادی کے حقوق پورے کرنا ایک علیحدہ معاملہ ہے۔ شادی میں انس، محبت، باہمی تعاون، خرچہ، سسرال، اور بھی بہت سے فوائد ہوتے ہیں شادی کے حقوق کے علاوہ۔ اگر لازمی اور ضروری ہوتا اور شادی کے ساتھ کلی طور پر مرتبط ہوتا مایوس بوڑھوں، بانجھ، اور نابالغوں کی شادی جائز نہ ہوتی اور دوسری صورت باطل ہے لہذا پہلی صورت بھی باطل ہے اور ثابت ہو گیا کہ شادی اور جنسی حقوق کا پورا کرنے کے درمیان لزوم نہیں ہے۔[2]

حاصل یہ ہے کہ ذہنی معذور کی شادی سے کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہے بشرطیکہ دوسری جانب والوں کو اس کی جسمانی وذہنی کیفیت معلوم ہو دوسروں کو دھوکہ نہ دیا جائے اگر ممکن ہو تو جس کے ساتھ عقد ہو رہا ہے اس کی رضا بھی ہونی چاہیئے ورنہ اس کے متولی کی رضامندی ضروری ہے۔

فتوی میں مذکور یہ حکم ذہنی معذور پر ویسے ہی منطبق ہوتا ہے جیسے دوسری بدنی معذوریوں پر یہ حکم منطبق ہوتا ہے جب تک کہ ڈاکٹر نہ کہہ دیں کہ اس کے ساتھ شادی کرنے سے کسی کو ضرر لاحق ہو سکتا ہے تو پھر اس کی شادی کرنا جائز نہیں ہو گا۔[3]

قرار نمبر ۳: بغیر گواہوں اور بغیر قاضی کی اجازت کے طلاق

مجمع البحوث الاسلامیہ کے چوالیسویں سال کے دسویں اجلاس میں جو ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۳ اپریل ۲۰۰۸ء کو ہوا، اس میں بحث ومباحثہ اس بات پر ہوا کہ بغیر گواہوں کے طلاق واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق بحث ومباحثہ کے بعد قرارداد نمبر ۲۵۲ میں یہ طے ہوا:

إذا طلق الرجل زوجته وقال إني طلقتها وقع الطلاق ولا يحتاج ذلك إلى اشهاد لإتفاق الأمة الأربعة علي ذلك وينتج الطلاق آثاره بلاشهود[4]

---

[1] مجمع البحوث الإسلامية قراراته وتوصياته في ماضيه وحاضره ج۳ قرار نمبر:۲۴۳ ص۳۶۵ تا ۳۶۷۔

[2] مجمع البحوث الإسلامية قراراته وتوصياته في ماضيه وحاضره ج۳ قرار نمبر:۲۴۳ ص۳۶۵ تا ۳۶۷۔

[3] مجمع البحوث الإسلامية قراراته وتوصياته في ماضيه وحاضره ج۳ قرار نمبر:۲۴۳ ص۳۶۵ تا ۳۶۷۔

[4] مجمع البحوث الإسلامية قراراته وتوصياته في ماضيه وحاضره ج۳ قرار نمبر:۲۸۶ ص۲۵۳ تا ۲۵۲۔

"جب مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق کے وقوع کیلئے گواہوں کی ضرورت نہیں ہے ءاس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ جب طلاق بغیر گواہوں کے واقع ہو جاتی ہے تو اس کے آثار بھی بغیر گواہوں کے مرتب ہو جائیں گے۔"

نیز مجمع البحوث الاسلامیہ نے ایک قرار داد طے کی کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے طلاق مباح ہے اور خاوند کی طرف سے دی گئی طلاق کے واقع ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا اور اس کیلئے قاضی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔[1]

قرار نمبر ۴: کافر بیوی کا مسلمان خاوند کا وارث بننا

مجمع البحوث الاسلامیہ نے اپنے دسویں اجلاس میں جو ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۳ اپریل ۲۰۰۸ء کو ہوا، اس میں بحث ومباحثہ اس بات پر ہوا کہ اگر مسلمان خاوند فوت جاتا ہے تو اس کی غیر مسلم بیوی اس کی وارث بنے گی یا نہیں؟ اس بارے میں یہ قرار داد پاس ہوئی: "لا توارث مع اختلاف الدين واختلاف الدين لا يمنع من الهبة أو الوصية "[2] ترجمہ: ایسی عورت جس کا دین دوسرا ہے وہ مسلمان خاوند کی وارث نہیں بن سکتی، کیونکہ دین کا اختلاف وارث بننے سے مانع ہے۔ لیکن دین کا اختلاف ہبہ اور وصیت سے مانع نہیں ہو گا۔"[3]

قرار نمبر ۵: خاندانی منصوبہ بندی

مجمع البحوث الاسلامیہ کے دوسرے سال کا دوسرا اجلاس ۱۲ محرم تا ۲۱ محرم ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۳ مئی تا ۲۲ مئی ۱۹۶۵ء منعقد ہوا جس میں بہت سے امور زیر بحث لائے گئے جن میں سے ایک خاندانی منصابہ بندی بھی تھا جس کے بارے میں مجمع کی طرف سے بحث وتحقیق کے بعد یہ قرار داد پاس ہوئی:

"إن الإسلام رغب في زيادة النسل وتكثيره لأن كثرة النسل تقوي الأمة الإسلامية إجتماعيا وإقتصاديا وحربيا وتزيدها عزة ومنعة إذا كانت هناك ضرورة شخصية تحتم تنظيم النسل فللزوجين ان يتصرفا طبقا لما تقتضيه الضرورة وتقدير هذه الضرورة متروك لضمير الفرد ودينه لايصح شرعا وضع قوانين تجبر الناس علي تحديد النسل بأي وجه من الوجوه، أن الإجهاض بقصد تحديد النسل أو استعمال الوسائل التي تؤدي إلى العقم لهذا الغرض، أمر لا تجوز ممارسته شرعا للزوجين أو لغيرهما ويوصي المؤتمر بتوعية المواطنين وتقديم المعونة

---

[1] اقرارات وتويات مؤتمرات مجمع البحوث الاسلامية قرارداد نمبر ۳۲۔

[2] مجمع البحوث الاسلامية قراراته وتوياته في ماضيه وحاضره ج۳ قرار نمبر:۲۵۳۳۸۷۔

[3] مجمع البحو ث الاسلامية قراراته وتوياته، ج3387۔

لهم في كل ماسبق تقريره بصدد تنظيم النسل "[1]

بیشک اسلام خاندان کی زیادتی اور بڑھوتری کی ترغیب دیتا ہے کیونکہ خاندان کی زیادتی امت اسلامیہ کو اجتماعی، اقتصادی، جنگی اعتبار سے قوت دیتی ہے اور اس سے عزت اور حفاظت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی ضرورت شخصیہ ہو جس کی وجہ سے منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہو تو زوجین کیلئے جائز ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق کوئی تصرف کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں اور اس ضرورت کا اندازہ ہر فرد کے ضمیر اور اس کے دین پر چھوڑا جاتا ہے۔ ایسا عمومی قانون جاری کرنا جائز نہیں ہے جو لوگوں کو کسی طریقے سے بھی منصوبہ بندی پر مجبور کرے۔ منصوبہ بندی کے ارادے سے اسقاط حمل یا اسی مقصد کیلئے ایسے اسباب اختیار کرنا جو بانجھ پن کا باعث ہوں یہ ان امور میں سے ہیں جن کا ارتکاب کرنا شرعا جائز نہیں نہ زوجین کیلئے اور نہ ہی کسی اور کیلئے یہ اجلاس وصیت کرتا ہے کہ اہل وطن گذشتہ باتوں کا خاص خیال رکھیں اور خاندانی منصوبہ بندی کے خلاف جتنا ہو سکتا ہے ایک دوسرے کا تعاون کریں۔

فقہ اکیڈمی مکہ نے نسل انسانی کے اضافہ کو شریعت کی ترغیب قرار دیا کیونکہ شریعت اسے بندوں پر اللہ کی عظیم نعمت اور بڑا احسان شمار کرتی ہے۔ اس بابت کتاب اللہ اور سنت طیبہ ﷺ میں متعدد ہدایات مروی ہیں، جو بتاتی ہیں کہ ضبط تولید یا منع حمل اللہ کی بنائی ہوئی فطرت انسانی کے خلاف ہے، اور اس شریعت اسلامی سے غیر ہم آہنگ ہے جسے اللہ نے بندوں کیلئے اپنا پسندیدہ قرار دیا ہے، برتھ کنٹرول یا منع حمل کے علمبردار ان کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں اور بالخصوص عرب اقوام اور کمزور قبائل کی تعداد میں کمی کرائیں، تاکہ وہ ان کے ممالک کو اپنی کالونی اور وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام بنا کر اسلامی ممالک کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں، دوسری جانب یہ عمل اللہ تعالی سے ایک نوعیت کی بدگمانی اور جاہلیت والا فعل ہے، اور اسلامی معاشرہ کو جو اپنی افرادی کثرت اور باہمی ہم آہنگی کا امتیاز رکھتا ہے، اسے کمزور کرنا مقصود ہے۔

چنانچہ اکیڈمی نے بالاتفاق برتھ کنٹرول مطلقا ناجائز قرار دیا، اور کہا کہ فقر کے خوف سے بھی منع حمل جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالی ہی رازق اور زبردست قوت کا مالک ہے، روئے زمین کے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے، اسی طرح اس وقت بھی منع حمل جائز نہیں جب ایسے اسباب کی بنیاد پر کرایا جائے جو شرعا معتبر نہ ہوں، البتہ انفرادی حالات میں اگر یقینی ضرر کا خطرہ ہو مثلاً کسی عورت کو معتاد طریقہ پر (Normal Delivery) ولادت نہیں ہو رہی ہو اور آپریشن ہی کے ذریعہ بچہ کو نکالنا ممکن ہو، تو استقرار حمل کو روکنے یا اسے مؤخر کرنے والے اسباب اختیار کرنا جائز ہے اور اسی طرح قابل اعتماد مسلم ڈاکٹر کے مطابق دیگر جسمانی صحت یا شرعی اسباب کی بنیاد پر بھی حمل کو مؤخر کرنے کے اسباب اختیار کئے جاسکتے ہیں، اور اگر قابل اعتماد مسلم ڈاکٹر کی رائے میں استقرار حمل کی صورت میں ماں کی جان کو یقینی خطرہ لاحق ہو تو ایسی صورت میں منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا ہی متعین ہو جاتا ہے۔

---

[1] قرارات وتويات مؤتمرات مجمع البحوث الاسلامية ، قرارات وتويات موتمر الثانى ، ٣٢۔

اور یہ بھی قرار دیا کہ عمومی حالات میں ضبط تولید یا منع حمل کیلئے لوگوں کا آمادہ کرنا جائز نہیں ہے، لوگوں کو جبراً منع حمل پر مجبور کرنا تو سخت ترین گناہ اور بالکل ہی ناجائز ہے، اور اکیڈمی نے عالمی طاقتوں پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ عالمی سطح پر اپنی برتری اور دوسروں کی تباہی کیلئے اسلحوں کی دوڑ میں بے انتہا دولت لٹا رہی ہیں اور اقتصادی تعمیر و ترقی اور قوموں کی ضروریات کی تکمیل سے صرف نظر کیا جا رہا ہے۔[1]

اسی طرح ایک دوسرے فیصلے میں اکیڈمی نے استثنائی صورتوں میں اس کی اجازت ہو سکتی ہے، جیسے ماہرین اطباء کی رائے میں اگر عورت کی صحت اور جان کو شدید ضرر لاحق ہو تو جنین میں جان آنے سے قبل جو کہ اس کی نباتی زندگی ہوتی ہے یعنی ۱۲۰ دنوں کے اندر حمل ضائع کیا جا سکتا ہے۔[2]

اسی طرح سرکاری ملازم جن کو اسقاط حمل اور اس جیسے دوسرے موانع اعمال کرنے پر ملازمت کی وجہ سے مجبور ہوتے ہیں، ان کو معذور سمجھا جائے گا۔[3]

مندرجہ بالا بحث سے ایک تو اس مسئلہ پر امت کے تمام بڑے اداروں میں اجماع نظر آتا ہے دوسرے ان تمام اداروں مین اسلامی فقہی اکیڈمی انڈیا کا کام زیادہ تفصیلی اور جامع نظر آتا ہے۔ حالانکہ وہ ایک غیر مسلم سیکولر ملک کے اندر مسلم اقلیت کا ادارہ ہے دوسری طرف اس فیصلہ کی روشنی میں ہند کے مسلمانوں نے حکومت سے اپنے اس حق کو منوایا ہے جب کہ پاکستان جیسے مسلم اکثریت کے ملک میں صورتحال برعکس ہے۔

قرار نمبر ۶: بچے کی پرورش کا حق

مجمع البحوث الاسلامیہ نے اپنے چوالیسویں سال کا دوسرا اجلاس ۱۵ رمضان ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۷ ستمبر ۲۰۰۷ء کو ہوا، اس میں بحث و مباحثہ اس بات پر ہوا کہ چھوٹے بچے کی دیکھ بھال اور پرورش کے حق کس کو زیادہ حاصل ہے۔ اس اجلاس میں یہ امور طے ہوئے:

۱۔ ماں اور نانی کے بعد حق حضانۃ کو باپ کی طرف منتقل کرنا جائز ہے۔

۲۔ دادی اور دادے کا بچے کی دیکھ بھال کرنا درست ہے خواہ یہ والدین کی موجودگی میں ہو یا عدم موجودگی میں ہو۔ جس کیلئے قاضی فیصلہ کر دے وہ بچے کی دیکھ بھال میں حق ادا کرے اگر وہ تین بار محدود اور مقررہ مدت میں بچے کی دیکھ بھال میں غیر حاضر رہا تو اس کا معاملہ عدالت میں پیش کیا جائے گا کیونکہ وہ اب دیکھ بھال سے محروم ہو چکا ہے اس مدت میں جو قاضی نے متعین کی تھی۔ پرورش کرنے والے کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کیلئے جائز ہے کہ وہ بچے کی اپنے گھر میں دعوت کریں چھٹیوں میں بشرطیکہ پرورش کرنے والا اس کی اجازت

---

[1] اقرارات المجمع الفقه الاسلامی بمکة، ۶۰، ۵۹۔

[2] قاسمی، مجاہد السلام، جدید فقہی مباحث (کراچی: ادارۃ القرآن وعلوم الاسلامیہ س۔ن) ج ۸، ۴۰۔۱۰۔

[3] ایضاً۔

دیدے۔[1]

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ

مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کی عائلی مسائل پر مشتمل قرارات درج ذیل ہیں

قرار نمبر 1: دودھ بنک

قرآن واحادیث کی نصوص میں واضح ہے کہ بچوں کو دودھ پلانا ماں کا فریضہ ہے لیکن آج کل یورپ میں جہاں عام طور پر ماؤں نے اپنا بنیادی اور فطری فریضہ فراموش کرر کھا ہے، اپنے بچوں کو دودھ نہیں پلاتیں، پھر جب عورتوں کی چھاتیوں میں دودھ بھر جاتا ہے یا تو وہ ضائع کر دیتی ہیں یا کچھ ادارے دودھ بینک کے نام سے بن چکے ہیں وہاں جمع کرا دیتی ہیں، جہاں سے کسی بھی نوزائدہ شیر خوار بچے کیلیۓ انسانی ماں کا دودھ خرید اجاسکتا ہے یا ہو سکتا ہے کہ اس کی مفت فراہمی کا کوئی سلسلہ بھی ہو۔

مسلم معاشروں میں اس کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟ اسلامی فقہ اس معاملے کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟ ان معاملات پر دنیا کی واحد اکیڈمی مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے غور کیا۔ اس موضوع پر پیش کی جانے والی فقہی اور طبی تحریروں پر غور اور موضوع کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث و مناقشہ کے بعد درج ذیل امور واضح ہوئے:

اول: دودھ بنک کا تجربہ مغربی اقوام نے کیا لیکن فنی اور سائنسی اعتبار سے اس کے بعض منفی نتائج سامنے آنے کے بعد اس تجربہ سے گریز کا راستہ اختیار کیا گیا اور اس سے دلچسپی کم ہو گئی۔

دوم۔ اسلام میں رضاعت کا رشتہ نسب کے رشتہ کی مانند ہے، اور سب علماء اس بات پر متفق ہیں جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں، رضاعت سے بھی وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں اور نسب کی حفاظت شریعت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہیں، دودھ بنک سے نسب میں اختلاط وشبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

سوم۔ عالم اسلام میں ایسے سماجی تعلقات ہیں جو ناقص الخلقت، کم وزن والے یا مخصوص حالات میں انسانی دودھ کے ضرورت مند بچوں کیلیے دودھ پینے کا فطری انتظام فراہم کرتے ہیں، اس لیے دودھ بنک کی ضرورت نہیں رہتی۔

چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ نے قرارات طے کیں:

اول: عالم اسلام میں ماؤں کے دودھ بک قائم کرنا ممنوع ہے[2]

دوم: دودھ بنک سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی[3]

سوال یہ ہے کہ اگر دودھ بنک کے دودھ سے رضاعت ثابت ہوتی ہے جیسا کہ امر واقعہ بھی یہی ہے تو پھر

۱مجمع البحوث الاسلامية قراراته وتوياته في ماضيه وحاضره ج۳قرار نمبر:۲۲۸۳۴۴۔

۲مجلة المجمع ,العدد الثاني،ج۱۳۸۳۱۔

۳ ایضا۔

رضاعت کے رشتے کہاں سے ڈھونڈے جائیں گے؟ یا مختلف ماؤں کے دودھ باہم مختلف ہونے کی وجہ سے اس کا کیا اہتمام ہوگا کہ کتنی اور کون کون سی مائیں ہیں جن سے دوودھ پینے والے کا رشتہ رضاعت قائم ہوا؟ اور اگر دودھ الگ الگ محفوظ کیا جائے گا تو کیا یہ ممکن بھی ہے اور اس کے صحیح حالت میں رہنے کے کتنے امکانات ہیں؟ اور جیسا کہ یورپ میں پہلے ہی یہ تجربہ کچھ زیادہ کامیاب بھی نہیں ہوا۔ یہ سارے سوالات اس معاملے کو مشکل اور تشکیک سے دوچار کرتے ہیں چنانچہ صحیح حل وہی ہے جو اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے تجویز کیا ہے کہ عالم اسلام میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے اور فطری طریقہ رضاعت پر زور دینا چاہیے جو زیادہ سائنسی ہے اور یہی بچوں اور ماؤں کو بیماریوں سے بچانے والا اور مذکورہ بالا مشکلات و مسائل سے نجات کا واحد ذریعہ ہے۔

قرار نمبر ۲: خاندانی منصوبہ بندی

عہد جدید کا نہایت ہی اہم مسئلہ خاندانی منصوبہ بندی، ضبط تولید، فیملی پلاننگ یا تحدید النسل ہے۔ مسلم معاشروں میں اس مسئلے پر بہت زیادہ بحث و مباحثہ اور اختلاف ہے۔ دوسری طرف سے یورپی ممالک کا مسلمان حکومتوں پر اس حوالے سے بار بار دباؤ اور مزید مسلمان حکمرانوں کا ذہنی طور پر مرعوب ہونا ہے۔ چنانچہ مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کا پانچویں اجلاس مورخہ یکم تا ۶ جمادی الاولی ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۰ تا ۱۵ دسمبر ۱۹۸۸ کویت میں منعقد ہوا جس میں بہت سے مسائل زیر بحث آئے ان میں سے اہم مسئلہ خاندانی منصوبہ بندی بھی تھا اس موضوع پر علماء اور ماہرین کی تحریریں پیش کی گئیں اور بحث و مباحثہ ہوا جس کا ماحصل درج ذیل ہے:

چونکہ نسل انسانی کا حصول اور اس کا تحفظ شریعت اسلامیہ میں شادی کے مقاصد میں داخل ہے۔ اس لئے اس مقصد کو نظر انداز کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اسے نظر انداز کرنا شریعت کی ان ہدایات اور تعلیمات سے متصادم ہے۔

چنانچہ اجلاس نے طے کیا:

اول: ایسا عمومی قانون جاری کرنا ناجائز ہے جو زوجین کی آزادی تولید پر پابندی لگاتا ہو۔

دوم: جب تک شریعت کے معیارات کے مطابق ضرورت درپیش نہ ہو مرد یا عورت کی قوت تولید کو ختم کرنا، جو بانجھ کرنا یا نس بندی سے مشہور ہے حرام ہے۔

سوم: حمل کے وقفوں کے درمیان فاصلہ رکھنے کی غرض سے وقتی طور پر منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا یا ایک مقررہ وقت تک کے لئے حمل کو روک لینا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی معتبر شرعی ضرورت درپیش ہو اور زوجین کے باہمی مشورہ اور رضامندی سے کیا گیا ہو، اور کسی ضرر کا اندیشہ بھی نہ ہو، اور جائز طریقہ اختیار کیا گیا ہو اور اس عمل سے موجودہ حمل پر کوئی زیادتی لازم نہ آرہی ہو۔[1]

---

[1] المجلة المجمع , العدد الرابع، ج۱ص۷۳۔

قرار نمبر ۳: بچوں اور بوڑھوں کے حقوق

انٹر نیشنل اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنے بارہویں اجلاس منعقدہ ریاض، سعودی عرب مورخہ ۲۵ جمادی الثانی تا یکم رجب ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۸-۲۳ ستمبر ۲۰۰۰ء میں بچوں اور بوڑھوں کے حقوق کے موضوع پر موصول مقالات پر مطلع ہونے کے بعد اور اس موضوع پر ۱۲-۱۰ رجب ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۱-۱۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو کویت میں اسلامی تنظیم برائے طبی علوم اور عالمی اسلامی فقہ اکیڈمی کے تعاون سے منعقدہ فقہی اور طبی مذاکرہ کی سفارشات اور موضوع سے متعلق مناقشات اور اس میں شریک اکیڈمی کے ممبران، ماہرین اور فقہاء کے مابین ہوئے مناقشوں کو سننے کے بعد درج ذیل فیصلہ کرتی ہے:

اول: اسلام میں بچوں کے حقوق

اچھا بچپنا ایک اچھے معاشرہ کی بنیاد ہے، اسے اسلام نے بڑی اہمیت دی ہے، اور اسی لئے اس نے شادی پر زور دیا ہے اور زوجین میں سے ہر ایک پر حسن معاشرت اور بچوں کی اچھی تربیت کو ضروری قرار دیا ہے، اس لیے اکیڈمی سفارش کرتی ہے کہ:

۱۔ جنین کو اپنی ماں کے رحم میں ان تمام اسباب سے بچانا جن سے جنین کو یا اس کی ماں کو کوئی ضرر لاحق ہوتا ہو، جیسے منشیات اشیاء سے بچانا اسلامی شریعت میں واجب ہے۔

۲۔ جنین کو اس کے بننے کی ابتداء ہی سے زندگی کا حق ہے، اس لیے اسقاط حمل یا کسی بھی ایسے طریقے سے جنین پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے جس سے اس کی جسمانی شناخت میں بگاڑ آجائے یا اسے مرض و آفت لاحق ہو جائے۔

۳۔ پیدائش کے بعد ہر بچہ کو مادی اور معنوی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں مادی حقوق میں ملکیت، میراث، وصیت، ہبہ اور وقف ہے، اور معنوی حقوق میں اچھا نام و نسب، دین اور اپنے وطن سے نسبت ہے۔

۴۔ یتیم بچے، ایسے بچے جنہیں کہیں پڑا پایا گیا ہو، جلا وطن بچے اور جنگوں کا شکار وغیرہ وہ بچے جن کا کوئی سرپرست اور پرسان حال نہ رہ گیا ہو ان کو بھی طفولیت کے تمام حقوق حاصل ہیں، اور ان کی ذمہ داری سماج اور حکومت پر ہوگی۔

۵۔ مکمل دو سال تک طبعی دودھ پینے کے حق کا تیقن۔

۶۔ ایک صاف ستھری اور بہتر فضا میں پرورش اور پرداخت بھی بچہ کا حق ہے اور اہلیت رکھنے والی ماں اس حق کو پورا کرے کی سب سے پہلے ذمہ دار ہوگی، پھر تربیت شرعی کے مطابق دوسرے اقرباء

۷۔ بچہ کی سرپرستی اور ولایت (اس کے گھر والوں کی طرف سے یا عدالت کی جانب ہے) بچہ کی جان اور مال کی حفاظت کے لیے بھی اس کا حق ہے، اس میں کوتاہی جائز نہیں ہوگی، سن رشد کو پہنچنے کے بعد بچہ خود اپنا ولی ہوگا۔

۸۔ اچھی تربیت اور اچھے اخلاق سے اسے آراستہ کرنا، اچھی تعلیم و تربیت اور اچھے پیشوں، خصوصی صلاحیتوں اور شرعاً جائز پیشوں کی ٹریننگ لینا، جن سے وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو سکے اور بلوغ کے بعد اپنی روزی کما سکے اس کے اہم ترین حقوق میں سے ہیں، جن پر توجہ دینا ضروری ہے، اور غیر معمولی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کیلئے ان کی خصوصی نگہداشت بھی ضروری ہے اور یہ سب کام اسلامی شریعت کے دائرہ میں رہ کر ہوں گے۔

۹۔ اسلام والدین وغیرہ پر یہ حرام قرار دیتا ہے کہ بچوں کی نگہداشت سے بے پرواہی نا برتیں تا کہ وہ ضائع نہ ہوں اور بے راہ روی کا

شکار نہ ہوں، اسی طرح اسلام اس بات سے بھی منع کرتا ہے کہ بچوں کا استعمال ایسے کاموں میں کیا جائے جو ان کی جسمانی، عقلی اور نفسیاتی قوتوں پر اثر انداز ہوں۔

۱۰۔ بچوں کے عقیدہ، جان، آبرو، مال اور ان کی عقل و ذہن پر زیادتی ایک بڑا جرم ہے۔[1]

دوم: عمر رسیدہ افراد کے حقوق

آدم کی اولاد کی حیثیت سے اسلام نے ہر انسان کے لیے عزت و تکریم کا جو اصول طے کیا ہے اس کی رو سے اسلام نے انسان کی زندگی کے تمام مراحل کو اہمیت دی ہے اور اس سلسلہ میں آیات اور احادیث اسلام کی بنیاد ہیں، جیسے: ﴿ولقد كرمنا بنی آدم﴾[2] "اور" ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين احسانا﴾[3] اور حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے:

"ما أكرم شباب شيخا لسنه إلا قيض الله لهم من يكرمه عند سنه"[4]

"جب بھی کوئی نوجوان کسی بوڑھے کا اکرام اس کی درازی عمر کی وجہ سے کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کیلئے وہ لوگ تیار کریں گے جو خود اس کے بوڑھاپے میں اس کی عزت و اکرام کریں گے"

اور آپ کا یہ قول ہے: ''ليس منا من لم يرحم صغير نا ويعرف شرف كبيرنا''[5] یعنی وہ ہمارے طریقہ پر نہیں ہے جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہیں کیا اور ہمارے بڑے کے مقام عزت کو نہیں پہچانا۔

اس کی روشنی میں اکیڈمی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ:

۱۔ بوڑھوں کو جسمانی، روحانی اور اجتماعی صحت کی حفاظت کرنے والی چیزوں سے واقف کرایا جائے، انہیں مسلسل وہ دینی احکام بتائے جائیں جن کی ان کو اپنی عبادات، معاملات، اور دوسرے احوال میں ضرورت پیش

---

۱ المجلة المجمع ،العدد الثاني عشر، ج۴، ۲۹۴

۲ الإسراء۱۵: ۷۰

۳ الإسراء۱۵: ۲۳

۴ الترمذي، محمد بن عیسی، السنن ، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، س ن)، ۳/ ۴۴۰

۵ الترمذی، محمد بن عیسی، السنن ، (بیروت: دار الغرب الاسلامی، س ن)، ۳/ ۳۸۶

آتی ہے، اور اپنے رب سے تعلق اور اس کی بخشش و مغفرت کے ساتھ حسن ظن کو مضبوط بنایا جائے۔

۲۔ ان کو سوسائٹی کا ایک حصہ بنانے اور ان کے تمام انسانی حقوق کا پاس ولحاظ رکھنے پر زور دیا جائے۔

۳۔ ان کے خاندان ہی ان کیلئے بنیادی جگہ ہوں تاکہ وہ عائلی زندگی کا لطف اٹھا سکیں، ان کے بیٹے اور پوتے ان کے ساتھ حسن سلوک کریں، وہ اپنے اقرباء و احباب اور پڑوسیوں کے حسن سلوک سے لطف اندوز ہوں، اگر ان کے اپنے خاندان نہ ہوں تو مناسب ہے کہ ان کیلئے اولڈ ہاؤسز میں گھریلو ماحول فراہم کیا جائے۔

۴۔ سوسائٹی کو بوڑھوں کے مقام و مرتبہ اور ان کے حقوق سے تعلیم و تربیت کے کورسز اور ٹی وی پروگراموں کے ذریعہ آگاہ کیا جائے، ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیا جائے۔

۵۔ ان بوڑھوں کی خبر گیری کیلئے سنٹر بنائے جائیں جن کا کوئی خاندان نہ ہو یا جن کے گھرانے ان کی خبر گیری نہ کر سکتے ہوں۔

۶۔ طبی کالجوں اور صحت کے مراکز میں بوڑھاپے کے مرض کی تعلیم کا اہتمام کیا جائے، اور کچھ ڈاکٹروں کو بوڑھوں کے امراض کی تحقیق اور علاج کیلئے تربیت دی جائے اور اسپتالوں میں بڑھاپے کے امراض کے خاص شعبے قائم کیے جائیں۔

۷۔ ٹرانسپورٹ کے ذرائع میں اور عام مقامات، اور ٹیکسی اسٹینڈ وغیرہ میں بوڑھوں کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کی مخصوص سیٹیں بنائی جائیں۔[۱]

سفارش

"يوصي المجمع باعتماد إعلان الكويت حول حقوق المسنين.[۲]

"اکیڈمی سفارش کرتی ہے کہ بوڑھوں کے حقوق کی بابت کویت اعلامیہ کو اختیار کیا جائے۔"

قرار نمبر ۴: مسلم گھرانوں میں تشدد

۱ تا ۵ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۶ تا ۳۰ اپریل ۲۰۰۹ء متحدہ عرب امارات شارجہ میں بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی کے انیسویں سیمینار میں "مسلم گھرانوں میں تشدد" کے تحت موصول ہونے والے مقالات اور موضوع سے متعلق بحث و مباحثہ کرنے کے بعد سفارشات دیں کہ ان دینی احکامات کی روشنی میں کہ الفت و محبت کی بنیادوں پر فیملی کو استحکام عطا کرنے والے ضابطے بنائے جائیں اور ایسے احکامات وضع کیے جائیں جو مسلم گھرانوں میں سکون واطمینان پیدا کرنے کا ضامن ہو۔ مجلس ان سفارشات کی روشنی میں درج ذیل تجاویز اور فیصلے منظور کیے:[۳]

۱مجلة المجمع ،العدد الثاني عشر ، ج۴،۲۹۴

۲مجلة المجمع ،العدد الثاني عشر ، ج۴،۲۹۵

۳ندوی، محمد فہیم اختر، انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ایفا پبلیکیشنز دہلی، انڈیا، ۵۷۹۔

ا۔ مسلم گھرانوں میں تشدد کا مفہوم: بطور تمہید لفظ "خاندانی تشدد" کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"المقصود بالعنف أفعال أو أقوال تقع من أحد أفراد الأسرة على أحد أفرادها تتصف بالشدة والقسوة تلحق الأذى المادي أو المعنوي بالأسرة أو بأحد أفرادها، وهو سلوك محرم لمجافاته لمقاصد الشريعة في حفظ النفس والعقل، على النقيض من المنهج الرباني القائم على المعاشرة بالمعروف والبر."

تشدد کا مفہوم فیملی کے کسی فرد کی جانب سے ایسی سخت باتیں یا اعمال کا صادر ہونا ہے جس سے اس فیملی یا فیملی کے کسی فرد کو مادی یا معنوی نقصان اور تکلیف ہو جائے اس طرح کا سلوک شرعاً ممنوع ہے، کیونکہ انسانی جان و مال کی حفاظت سے متعلق مقاصد شریعت کو دور کر دیتا ہے اور اس الٰہی قانون کے بھی خلاف ہے جو خوش اخلاقی اور بھلائی پر قائم ہے[1]۔

۲۔ اسلامی نقطہ نظر سے درج ذیل امور تشدد یا امتیاز کے دائرے میں نہیں آتے

الف۔ ازدواجی زندگی کو منظم اور منضبط کرنے والے دینی احکامات کا پابند بنانا اور غیر شرعی میل ملاپ کی شکلوں سے منع کرنا۔

ب۔ غیر شرعی شادی کرنے والوں کو اسقاط حمل کے ذرائع اختیار کرنے کا موقع فراہم نہ کرنا۔

ج۔ استقاد حمل سے روکنا باستثناء بعض ان طبی اعذار کے جن کی تعیین شریعت نے کر دی ہے۔

د۔ جنسی علیحدگی کو قابل سزا حرکت قرار دینا۔

ھ۔ شوہر کی اجازت اور شرعی ضوابط کے بغیر بیوی کو تنہا سفر کرنے سے شوہر کا روکنا[2]۔

و۔ زوجین میں سے کسی کے اندر دوسرے کیلئے رغبت نہ ہونے کے وجہ سے بھی عفت اور عصمت کے معاملے میں شرعی حق کا مطالبہ۔

ز۔ عورت کا ایک ماں کی حیثیت سے اپنا فرض نبھانا اور گھریلو کاموں کی انجام دہی، اور ایسے شوہر کا حاکمیت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا۔

ح۔ ولی کی باکرہ کی شادی کرتے وقت سرپرستی۔

ط۔ وراثت اور وصیت کے سلسلے میں شریعت کے مقرر کردہ حصوں کی تنفیذ۔

ی۔ شرعی اصول و ضوابط کے دائرے میں طلاق دینا۔

ک۔ عدل و انصاف کی بنیاد پر ایک سے زائد شادی کرنا[3]۔

۱ندوی، فہیم اختر، فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ۵۸۰

۲ندوی، فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ۵۸۰

۳ندوی، فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ۵۸۱

۳۔ ازدواجی اختلاف کو ختم کرنے کے لیے اسلام کا طریقۂ کار

ازدواجی اختلافات کو ختم کرتے وقت بالخصوص بیوی کی نافرمانی اور عدم اطاعت کے تعلق سے درج ذیل شرعی اصول وضوابط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

(۱) گالی گلوچ اور توہین سے اجتناب

(۲) بیوی کو سدھارنے کے وقت شریعت کے افضل ترین طریقہ کار کا اختیار جس کی ابتداء سمجھانے بجھانے پھر بستر الگ کرنے اور اخیر میں ایسی ہلکی مار مارنے سے ہے جو برائے نام ہو جسے مار نہیں مار کا اشارہ کہا جاسکے، اور یہ آخری عمل بھی خلاف اولی ہے کیونکہ خود رسول اکرم ﷺ نے اپنی کسی بیوی کو نہیں مارا اور آپ کا ارشاد بھی ہے کہ "تم سے افضل شخص وہ ہے جو اپنی بیوی پر ہر گز ہاتھ نہیں اٹھاتا[1] "

(۳) اختلافات سنگین ہو جانے کی صورت میں مشیر کاروں کی طرف رجوع کرنا۔

(۴) شریعت کے مقرر کردہ ضوابط کے مطابق نظام طلاق اور اس کی درجہ بندیوں مثلا طلاق رجعی، طلاق بائن صغری یا کبری، اور طلاق دینے کے اوقات کا لحاظ رکھتے ہوئے طلاق دینا، ساتھ ہی ساتھ یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ طلاق شریعت کی حلال کردہ اشیاء میں سب سے مبغوض چیز ہے۔[۲]

۴۔ اکیڈمی درج ذیل امور کی تاکید کرتی ہے:

۱-گھریلو پیمانے پر

الف۔ معاشرتی نشوونما کے تحقق کے لیے ایمانی تربیت سازی پر توجہ دینا ہوگا۔

ب۔ زوجین کے مابین باہمی میل جول، احسان، بھلائی، سکون، اطمینان، شفقت ومحبت اور تعاون جیسے امور پر جس کا تعلق فیملی کی تعمیر وترقی میں شریعت کے ثابت شدہ اصول وضوابط سے ہے، مزید توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ج۔ باہمی بات چیت کے ذریعہ فیملی کے اندرونی مسائل کو حل کرنے کی کوشش[۳]۔

(۲) اداراتی حلقے اور تنظیمی پیمانے پر

الف۔ مسلم گھرانوں کو تشدد کی تباہ کاریوں سے واقف کرانے اور بات چیت کو بنیادی طریقہ کار کی حیثیت دینے کیلئے مختلف ورکشاپ اور تربیتی پروگراموں کا انعقاد۔

ب۔ تربیتی تنظیمیں ایسے مضامین پڑھانے کا مطالبہ کریں جن سے گھروں کے اندر تشدد کے تمام انواع و اقسام کا خاتمہ ہوسکے۔

---

1. www.iifa-aifi.org/2304.html, retrieved on 12 December 2021.

۲ ایضاً

۳ ندوی، فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ۵۸۲

ج۔ وزارتوں اور پرائیویٹ اداروں کے درمیان باہمی تعاون اور تعلقات مضبوط بنائے جائیں تاکہ ایک مضبوط اور غیر متعارض پالیسی پر اعتماد کیا جاسکے اور فیملی کے تعلق سے مغربی رجحانات کا مقابلہ ملت کے ثابت شدہ اصول وضوابط کی حفاظت کی خاطر کیا جاسکے۔

د۔ ایک مثالی معاشرتی نسل کے وجود سے تعلق سے ذرائع ابلاغ کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے۔

(۳) مسلم ممالک کی سطح پر

الف۔ عورت اور بچوں کے تعلق سے مخصوص بین الاقوامی معاہدوں کو نیز قانونی تجاویز پاس کرنے اور سامنے لانے سے پہلے اسلامی قوانین کے ماہرین اور علماء وفقہاء کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اسے شریعت کے معیار پر لانے اور شریعت اسلامیہ کے احکام و مقاصد سے ٹکرانے والی چیزوں کو ختم کیا جاسکے، نیز اسلامی ریاستوں کو ان متفق علیہ معاہدوں کی نظر ثانی کی دعوت دی جائے جن پر دستخط ہوچکے ہیں تاکہ ان دفعات سے وہ ریاستیں واقف ہوں جو شرعی احکام کے مخالف ہیں اور ان دفعات کو چھوڑتے ہوئے اس کے اندر موجود شرعی احکام کے موافق ایجابی پہلوؤں میں کمی نہ کیا جائے۔

ب۔ ایسے بین الاقوامی معاہدوں اور دستاویزوں کو رد کیا جائے جو شریعت اسلامی کے نصوص کے مخالف ہوں اور جو معاشرے میں مرد وزن کے مابین فطری فروق کو ختم کرنے اور ان کے مابین میراث وغیرہ کے معاملے میں مکمل مساوات کی دعوت دیتے ہوں، اسی طرح اسلام کے نظام طلاق پر ضرب کرنے اور فیملی کے اندر مرد کی قوامیت اور اس کے علاوہ شریعت اسلامیہ میں ثابت شدہ دیگر امور کو ختم اور لغو کرنے پر اکساتے ہوں[1]۔

ج۔ یہ مجلس معاہدوں کے اندر مشتمل ان تمام دفعات کا رد کرتی ہے جو شریعت اور فطرت کے قوانین کے مخالف چیزوں کو جائز قرار دیتی ہیں، جیسے ہم جنسی والی شادی کی اجازت، اور شرعی شادی کے دائرے سے باہر جنسی تعلقات کا قائم کرنا، اور شریعت کے ممنوع شکلوں کے ساتھ باہم اختلاط اور ان جیسے تمام دفعات کی بھی تردید کرتی ہے جو احکام شریعت سے متصادم ہوتے ہیں۔

د۔ یہ مجلس قانون ساز اداروں سے ایسے قوانین وضع کرنے کا مطالبہ کرتی ہے جو فیملی کے اندر تشدد کی تمام شکلوں کو قابل سزا جرم قرار دیتی ہے، اس لیے کہ شریعت نے بھی اس کو حرام کہا ہے۔

ہ۔ قانون نافذ کرنے والی انتظامیہ کو مخصوص عدالتوں اور محکموں کا پابند بنایا جائے۔

و۔ اسلامی ثقافت کی خصوصیات، احکام شریعت اور ان تحفظات کے احترام اور پابندی کرنے پر زور دیا جائے جن کا اظہار مسلم ریاستیں اور ان کے نمائندے فیملی و خاندان سے متعلق بین الاقوامی دستاویزوں اور معاہدوں میں اسلامی شریعت سے متعارض بعض دفعات کے تئیں ظاہر کرتی ہیں۔[2]

۱۔ ندوی، محمد فہیم اختر، انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے، ایفا پبلیکیشنز دہلی، ۵۸۴۔

2. www.iifa-aifi.org/2304.html, retrieved on 12 December 2021.

ز۔ فیملی و خاندان کے افراد کے حقوق اور ذمہ داریوں کو منضبط کرنے والا ایک ایسا مجموعہ تیار کرنے کی غرض سے ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جس سے فیملی کے قوانین کی ایسی مشروع صورت نمایاں ہو جائے جو اسلامی شریعت کے موافق بھی ہوں۔[1]

خلاصۂ بحث

عائلی مسائل سے متعلق مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ اور مجمع الفقہ الاسلامی جدہ کی قرارات کے مطالعے سے مختلف مسائل کے حوالے سے جو نکات سامنے آتے ہیں ان کے مطابق:

۱۔ ایک سے زیادہ بیویوں کا حلال ہونا شرعی شرائط کے ساتھ ایسا حکم شرعی ہے، جس کا ثبوت بھی قطعی ہے اور اس کی دلالت بھی قطعی ہے اور اس میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۲۔ ذہنی معذور کا حق ہے وہ شادی کرے، بشرطیکہ نکاح کی دوسری شرائط متحقق ہوں کیونکہ اگر شریعت اسلامیہ مجنون مرد کے شادی کرنے اور مجنوں عورت کی شادی کرانے کو مباح قرار دیتی ہے تو جو آدمی ذہنی معذور ہے اس کی شادی بطریق اولی جائز ہونی چاہیئے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

۳۔ جب مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی اور کہا کہ میں نے تجھے طلاق دی تو عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق کے وقوع کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔

۴۔ ایسی عورت جس کا دین دوسرا ہے وہ مسلمان خاوند کی وارث نہیں بن سکتی، کیونکہ دین کا اختلاف وارث بننے سے مانع ہے۔ لیکن دین کا اختلاف ہبہ اور وصیت سے مانع نہیں ہو گا۔

۵۔ اگر کوئی ضرورت شخصیہ ہو جس کی وجہ سے منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا ضروری ہو تو زوجین کے لیے جائز ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق کوئی تصرف کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں اور اس ضرورت کا اندازہ ہر فرد کے ضمیر اور اس کے دین پر چھوڑا جاتا ہے۔ ایسا عمومی قانون جاری کرنا جائز نہیں ہے جو لوگوں کو کسی طریقے سے بھی منصوبہ بندی پر مجبور کرے۔

۶۔ عالم اسلام میں ماؤں کے دودھ کا بینک قائم کرنا ممنوع ہے۔

---

1 www.iifa-aifi.org/2304.html, retrieved on 12 December 2021.